تحریک آزادی کشمیر اور پاک بھارت تعلقات

محمد عارف

پاک بھارت تعلقات میں تنازعہ کشمیر کو کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اگرچہ ۱۹۶۵ء کے بعد سرد جنگ کے باعث بڑی طاقتوں کی محاذ آرائی سے تنازعہ کشمیر عالمی التوا کا شکار ہو گیا۔ پھر ۱۹۷۱ء کے بعد جنگ کے پیچیدہ مسائل کی وجہ سے مسئلہ کشمیر مزید پس منظر میں چلا گیا۔ اور ۱۹۸۰ء کے بعد افغانستان کے بحران کے باعث پاکستان مجبور تھا کہ بھارت کے ساتھ دوسرا محاذ نہ کھولے، لہذا اس نے عمداً مسئلہ کشمیر پر خاموشی اختیار کی۔ اس جمود کو مقبوضہ کشمیر کی تحریک آزادی نے توڑ دیا ہے اور اب پاک بھارت تعلقات میں مسئلہ کشمیر پھر سرفہرست ہے۔

جب ۱۹۸۹ء میں حصول آزادی کی تڑپ کے باعث کشمیری عوام نے نئے جذبے سے جدوجہد آزادی کو آگے بڑھایا تو بھارت نے کشمیری مسلمانوں کے گرد اپنے مظالم کا دائرہ تنگ کر دیا اور الزام لگایا کہ یہ سب کچھ پاکستان کی انگیخت پر ہو رہا ہے۔ پاکستان علیحدگی پسندوں کو تخریب کاری کیلئے اسلحہ کی تربیت اور ہتھیار مہیا کرتا ہے۔ کشمیر بھارت کا لازمی حصہ ہے اور یہ اسکے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے۔

پاکستان کشمیر کو ایک متنازعہ علاقہ سمجھتا ہے۔ جس کے نزدیک کشمیریوں کی جدوجہد حق خودارادیت کیلئے ہے جسکی پاکستان حمایت کرتا ہے اور اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی نگرانی میں وہاں رائے شماری کرائی جائے۔

پاکستان نے کشمیری عوام کے حق خودارادیت کی سیاسی، اخلاقی اور سفارتی حمایت اپنی کشمیر پالیسی کے بنیادی اصولوں کے مطابق جاری رکھی اور بھارت سے دوطرفہ مذاکرات بھی کیے اور دونوں ملکوں میں کشمیر ایک الگ ایجنڈا آئیٹم کے طور پر بھی زیر بحث آیا لیکن بھارت نے اپنے موقف میں لچک پیدا نہ کی۔ اور محض وقت گزاری کیلئے مذاکرات کا استحصال کیا تاکہ کشمیری حریت پسندوں کی تحریک کو کمزور کر کے بالآخر فوج کے ذریعے کچل دیا جائے۔ جب بھارت نے وادی میں

انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی انتہا کر دی تو پاکستان نے اس مسئلہ کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ کشمیری عوام نے بھی جدوجہد آزادی کیلئے اپنی بے مثال قربانیوں سے پوری دنیا کی توجہ مسئلہ کشمیر کی طرف مبذول کروالی۔ کشمیر کے داخلی خلفشار اور بھارت کی جارحانہ فوجی کاروائی سے آزاد کشمیر اور پاکستان میں کشمیری مہاجرین کی آمد اوران کے کیمپ اقوام عالم کے سامنے ان کے مبنی برحق موقف کو تقویت دے رہے ہیں۔ مسئلہ کشمیر کے حل کی طرف پوری دنیا کی توجہ اس لیے بھی مبذول ہوئی ہے کہ پاکستان اور بھارت میں تضاد کی بڑی وجہ مسئلہ کشمیر ہی ہے۔ اگر یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو دونوں ملکوں میں پھر جنگ چھڑ سکتی ہے چونکہ پاکستان اور بھارت تقریباً ایٹمی طاقتیں ہیں لہذا وہ ایٹمی ہتھیاروں کا استعمال بھی کرسکتے ہیں جو جنوبی ایشیا اور دیگر علاقوں کی تباہی کا باعث ہوگا۔

مسئلہ کشمیر کو اس کی حساسیت اور الجھاؤ کے باعث نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے دو طرفہ، کثیر طرفہ اور عالمی سطح پر اس کے حل کی کوششیں آزمائی جارہی ہیں تاکہ اس مسئلہ کا پرامن حل نکالا جاسکے۔ زیر نظر مقالہ میں اس صورت حال کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

تنازعہ کشمیر، تقسیم ہند کے ایجنڈے کا ایک غیر طے شدہ حصہ ہے۔ مسلم اور غیر مسلم ریاستوں میں برصغیر کی تقسیم کا منطقی تقاضا یہ تھا کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہوتا لیکن بھارت نے بڑی عیاری سے الحاق کی دستاویز پر مہاراجہ سے دستخط کرالیے اور جموں و کشمیر کی مسلم اکثریتی ریاست کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کرلیا۔ ابتداء میں بھارت رضامند ہوگیا کہ کشمیری عوام یو این کی قراردادوں کے مطابق حق خودارادیت کے استعمال کے ذریعے اپنے سیاسی مستقبل کا فیصلہ خود کریں گے۔ لیکن بعد ازاں اس نے اپنا موقف بدل لیا، کہ کشمیر اس کا لازمی حصہ ہے اور مہاراجہ کا الحاق حتمی تھا۔ جبکہ پاکستان کا آغاز ہی سے یہ موقف ہے کہ تنازعہ کشمیر سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق رائے شماری کے ذریعے حل کیا جائے۔ کہ اہل کشمیر پاکستان سے الحاق کرتے ہیں یا بھارت کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔[1]

تحریک آزادی کشمیر کے اسباب اور پاک بھارت تعلقات پر اثرات

مقبوضہ کشمیر کے عوام آزادی کے حصول کیلئے ۸۸-۱۹۴۷ء جمہوری اور دستوری طریقوں سے کوشاں رہے جب ان کی سیاسی کوششیں ناکام ہو گئیں تو انہوں نے ہتھیار اٹھالیے ہیں۔ دسمبر ۱۹۸۸ء میں اسلام آباد میں "سارک" سربراہ کانفرنس کے موقع پر وزیر اعظم راجیو گاندھی سے کشمیر میں رائے شماری کے انعقاد کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس سوال کو یہ کہتے ہوئے ٹال دیا کہ کشمیر میں کئی الیکشن ہو چکے ہیں اور وہاں منتخب حکومت قائم ہے[۲]۔ لیکن نام نہاد انتخابات کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کشمیری عوام اپنی تقدیر بھارت سے وابستہ کر چکے ہیں۔ صرف ایک سال بعد نومبر ۱۹۸۹ء میں بھارت میں الیکشن ہوئے تو کشمیریوں نے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا اور بھارتی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

کشمیریوں کی تحریک 'انتفادہ' کی وجہ یہ ہے کہ نئی دہلی نے کشمیریوں سے کیے ہوئے وعدے یکسر بھلا دیے ہیں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیریوں کو رائے دہی کے ذریعے اپنی منزل کا خود فیصلہ کرنے کا حق دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بعض بھارتی دانشوروں کے مطابق کشمیر کو بھارت نے اپنا لازمی حصہ بنایا ہی نہیں اور نہ ہی کشمیریوں کو قومی دھارے میں شامل کیا ہے۔ انتخابات میں دھاندلی، شہری آزادیوں کا فقدان، سرکاری ملازمتوں میں کشمیریوں سے ناروا سلوک، شدید بدعنوانیاں، معاشی زبوں حالی اور ریاست کی داخلی خود مختاری کا بتدریج خاتمہ کشمیریوں کی بیگانگی کی داخلی وجوہات ہیں[۳]۔

جب کشمیریوں کو یقین ہو گیا کہ بھارت رائے شماری پر رضامند نہیں اور پاکستان اس پوزیشن میں نہیں کہ وہ بھارت کو اپنے عالمی وعدوں کی تکمیل پر مجبور کر سکے اور اقوام متحدہ کو بھی اپنی قراردادوں پر عمل درآمد کروانے میں کوئی دلچسپی نہیں تو وہ خود بیدار ہو گئے۔ افغانوں کی جدوجہد اور دنیا کی دیگر اقوام کی تحاریک آزادی سے متاثر ہونے کے بعد انہوں نے حالات کو خود اپنے ہاتھوں میں لینے کا فیصلہ کر لیا۔ مجاہدین آزادی بتدریج منظم ہو گئے، ضروری سامان سے مسلح ہوئے اور مطالبہ کر دیا کہ بھارت کشمیر سے نکل جائے۔

تحریک آزادی کو کچلنے کیلئے بھارت نے فوجی قوت کا بے دریغ استعمال کیا۔ فوجیوں نے مقبوضہ ریاست کو فائر زون بنا دیا اور ریاستی دہشت گردی سے ظلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ بچوں، جوانوں، بوڑھوں اور عورتوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ کرفیو، فاقہ کشی، آتش زنی اور اجتماعی عصمت دری روز مرہ کا معمول بن گیا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۹۰ء کو پاکستان نے کشمیر کی صورت حال پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ ۱۵ جنوری کو بھارتی وزارت خارجہ نے پاکستان کے بیان کو غیر قانونی، بلاجواز اور بھارت کے معاملات میں ناقابل قبول مداخلت قرار دیا۔ اور جب بھارت کشمیر کے بحران پر قابو نہ پاسکا تو ماضی کی طرح اس نے پاکستان پر الزام عائد کر دیا کہ وہ کشمیری دہشت گردوں کو اسلحہ کی تربیت اور ہتھیار مہیا کر رہا ہے۔ اور آزاد کشمیر اور پاکستان میں انہیں پناہ گاہیں مہیا کر رکھی ہیں۔

بھارتی لیڈروں نے پاکستان کو سبق سکھانے کے دھمکی آمیز بیان دینے شروع کر دیئے۔ پاکستان نے بھارتی الزامات کی تردید کر دی۔ وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان نے اپنے بیان میں کہا کہ کشمیر میں ہنگامہ خیزی دراصل ایک خالص قومی آزادی کی تحریک ہے۔ پاکستان تنازعہ کشمیر کا فریق ہے۔ لہٰذا وہ کشمیریوں کی جائز اور قانونی جدوجہد کی حمایت سے الگ نہیں رہ سکتا۔ کشمیر میں بھارتی پالیسی کی مذمت کرتے ہوئے وزیر موصوف نے زور دے کر کہا کہ پاکستانی اور کشمیری عوام کے روحانی اور ثقافتی رشتے بہت مضبوط ہیں۔ اس لیے پاکستان کیلئے یہ ناممکن ہے کہ وہ کشمیریوں کے خلاف مظالم پر آواز بلند نہ کرے[5]۔

جب مقبوضہ کشمیر کے حالات بہت خراب ہو گئے تو جنگ بندی لائن پر صورت حال زیادہ کشیدہ ہو گئی اور پاکستانی سرحدوں پر راجستان سیکٹر میں بھارتی فوجیں جمع ہونا شروع ہو گئیں۔ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کیلئے پاکستان نے دو جہتی حکمت عملی اختیار کی۔ اول حکومت پاکستان نے بھارت کے ساتھ تصادم سے بچنے کیلئے اپنے خصوصی ایلچی عبدالستار اور وزیر خارجہ یعقوب خان کو نئی دہلی امن مشن پر روانہ کیا اور بھارت کو مذاکرات کی دعوت دی اور زور دیا کہ پاکستان بھارت سے جنگ نہیں چاہتا[6]۔

دوسری طرف پاکستان نے کشمیریوں کی اخلاقی سیاسی اور سفارتی امداد جاری رکھی۔ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر عالمی توجہ مبذول کرانے کیلئے پاکستان نے مسئلہ کشمیر اقوام

متحدہ، غیر جانبدار تحریک اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے پلیٹ فارم پر پیش کیا اور عالمی برادری پر زور دیا کہ وہ بھارت کو کشمیری عوام کے قتل عام سے روکے اور انہیں حق خود ارادیت کے استعمال کا حق دے [۷]۔ بھارت نے کشمیر کے متعلق دو سمتی پالیسی اختیار کی۔ اول اس نے پاکستان سے مذاکرات پر آمادگی ظاہر کر دی تا کہ کشمیر میں جبر و تشدد پر عالمی تنقید سے بچا جاسکے اور پاک بھارت مذاکرات سے تحریک حریت پر حوصلہ شکن اثرات مرتب ہوں۔ نیز بھارت اس حکمت عملی سے کشمیر میں تحریک مزاحمت کو کچلنے کیلئے وقت حاصل کرنا چاہتا تھا [۸]۔

دونوں ملکوں میں جولائی ۱۹۹۰ء سے نومبر ۱۹۹۲ء تک خارجہ سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات کے چھ دور ہوئے۔ مذاکرات میں اگرچہ اعتماد بحال کرنے والے اقدامات پر کچھ مفید بات چیت ہوئی لیکن جہاں تک کشمیر کے بنیادی مسئلہ کا تعلق ہے مذاکرات کے ایجنڈا میں اس کا ذکر تک نہ ہوا اور مسئلہ کشمیر پر فریقین نے صرف اپنے متضاد موقف کا اعادہ مابعد مذاکرات پریس بریفنگ میں کیا۔

دوسری طرف بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں ظلم و تشدد جاری رکھا گزشتہ تین سالوں میں وہاں دس ہزار مرد، عورتیں اور بچے سفاکی سے قتل کر دیے گئے اور پانچ لاکھ بھارتی فوج کشمیر میں پیدائشی حق خود ارادیت کا مطالبہ کرنے والے کشمیریوں کو کچلنے کیلئے متعین کر دی گئی۔

اس دوران جب خارجہ سیکرٹریوں کی سطح کے مذاکرات میں بھارت نے مسئلہ کشمیر پر مثبت بات چیت سے انکار کر دیا تو وزیر اعظم نواز شریف نے بھارتی وزیر اعظم نرسمہا راؤ کو ۱۶ اگست ۱۹۹۲ء کو ایک خط لکھا اور انہیں شملہ معاہدہ کی دفعہ چھ کے تحت سربراہ حکومت کی سطح پر تنازعہ کشمیر پر مذاکرات کی دعوت دی۔ بھارتی وزیر اعظم نے ۲۶ اگست کو اس خط کا جواب نفی میں دیا اور کشمیر پر اپنے بے لچک موقف کا اعادہ کیا کہ کشمیر بھارت کا لازمی حصہ ہے لہٰذا اس پر بات چیت نہیں ہو سکتی اور اپنے عام الزامات کو دہرایا کہ پاکستان کشمیر اور پنجاب میں مداخلت کر رہا ہے [۹]۔

کشمیریوں پر مظالم سے عالمی توجہ ہٹانے کیلئے بھارت نے پاکستان کے خلاف مہم چلا دی کہ وہ دہشت گردی کو فروغ دے رہا ہے۔ پاکستان نے بھارتی الزام کو مسترد کر دیا اور تجویز پیش کی کہ کنٹرول لائن پر غیر جانبدار مبصرین تعینات کیے جائیں لیکن بھارت نے یہ تجویز مسترد کر دی [۱۰]۔ انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں اور غیر ملکی پریس کو وادی میں داخلے کی اجازت نہیں اس صورت حال

نے پاک بھارت تعلقات کو بری طرح متاثر کیا۔ کیونکہ پاکستان کو دہشت گرد قرار دلوانے کیلئے بھارت نے کوششیں تیز کر دیں۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ بھارت دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک ہے۔ جس کے رہنے والوں کی اکثریت یعنی ہندو جاتی مساوات انسانی کی قائل نہیں ہے۔ بھارت کا ریاست جموں و کشمیر پر قبضہ کا کوئی آئینی، اخلاقی اور قانونی ثبوت نہیں ہے۔ پھر بھارت گزشتہ چار سالوں سے ریاست میں جس بربریت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل، ایشیا واچ اور ہیومن رائٹس کے ذرائع کے مطابق ریاست جموں و کشمیر میں اب تک:

۴۰۵۱۴ مرد وخواتین شہید ہو چکے ہیں۔

۶۵۰۰۰ دکانیں اور مکانات جلائے جا چکے ہیں۔

۶۵۰۰۰ زخمی اور معذور ہو گئے ہیں۔

۲۵۰۰۰ سے زائد نوجوان جیلوں میں بند ہیں۔

۳۳۹۵ نوجوان لڑکیوں اور خواتین کے ساتھ زنا بالجبر کے واقعات ہوئے ہیں۔

گینگ ریپ، اغوا، زندہ جلانا اور دریائے جہلم میں غرق کر دینے کے روز افزوں واقعات نے کشمیر کی جنت کو جہنم بنا دیا ہے"[۱۱]۔ بھارت مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہوں کی بے حرمتی سے بھی باز نہ آیا اس نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو درگاہ حضرت بل کا محاصرہ کر لیا کہ درگاہ میں مجاہدین گھس آئے ہیں۔ ۱۶ اکتوبر کو بھارتی حکومت نے دعویٰ کیا کہ اس کے پاس ٹھوس ثبوت ہیں کہ پاکستان آئی ایس آئی اور کشمیری علیحدگی پسندوں کی یہ سوچی سمجھی سازش ہے کہ درگاہ سے موئے مبارک چوری کر کے اسے نقصان پہنچایا جائے اور اسکا الزام بھارت پر لگا دیا جائے۔ پاکستان نے ان الزامات سے انکار کر دیا اور بھارت کو کہا کہ وہ مقدس مقامات کی سخت بے ادبی اور بے حرمتی کر رہا ہے"[۱۲]۔ بھارت نے محصورین کے پانی میں زہر تک ملا دیا اور درگاہ کے ایک حصہ کو آگ لگا دی اور سیکولر بھارت کا بھیانک چہرہ پھر بے نقاب ہو گیا۔ ۱۹۸۴ء میں بھارت نے گولڈن ٹمپل کو مسمار کیا۔ پھر دسمبر ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کو رام مندر میں تبدیل کیا تھا۔ ۲۷ نومبر ۱۹۹۳ء کو ایک لاکھ بھارتی فوجیوں نے سوپور کے کریک ڈاؤن میں ۲۰۰ کشمیری شہید کر دیے۔ سوپور اپریشن کی وجہ اس تاثر کو

مٹاناتھا کہ سوپور چھوٹا پاکستان ہے۔ بھارتی اسے منی افغانستان بھی کہتے ہیں۔ یہ علاقہ مجاہدین کی شہ رگ ہے اپریشن سوپور کے خلاف مجاہدین نے جوابی حملہ میں ۹۵ بھارتی فوجی بھی ہلاک کردیے تھے[۱۳]۔

تنازعہ کشمیر پر عالمی تشویش

اس دوران مسئلہ کشمیر کی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۲۱ ستمبر ۱۹۹۳ء کو شروع ہونے والے ۴۸ویں اجلاس میں تجدید ہو گئی۔ نہ صرف پاکستان کے وزیر خارجہ عبدالستار نے اپنی تقریر میں مسئلہ کشمیر کا ذکر کیا بلکہ یو این کے سیکرٹری جنرل بطروس غالی نے سالانہ رپورٹ میں دونوں ملکوں کو مسئلہ کشمیر پرامن طور پر حل کرنے پر زور دیا اور امریکی صدر نے اپنے خطاب میں کشمیر کو آتش فشاں (Troubled Spot) قرار دیا۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے اقوام متحدہ پر زور دیا کہ وہ اس مسئلہ کے حل کیلئے فوری اقدامات کرے۔ انہوں نے پاکستان کے مطالبہ کو دہرایا کہ سلامتی کونسل جموں و کشمیر میں حقائق معلوم کرنے کیلئے مشن بھیجے۔ انہوں نے کشمیر میں رائے شماری کیلئے سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل درآمد کا مطالبہ کیا۔ اور کہا کہ اقوام متحدہ کے ایک ممبر کو سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل درآمد سے انکار کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں عالمی ادارہ کی توجہ بھارتی افواج کی کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی طرف بھی دلائی۔ اس سلسلہ میں بھارتی بربریت پر ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کا انہوں نے حوالہ دیا اور واضح کیا کہ جیلوں میں نظربندوں کا باقاعدہ قتل عام بھارتی پالیسی ہے۔ وہ کشمیریوں کی تحریک کو کچلنے کیلئے انسانی حقوق اور قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

پاکستان نے دوست ممالک کی حمایت سے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی جس میں مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر بھارت کی مذمت کی گئی اور عالمی برادری کی توجہ اس طرف دلائی گئی کہ وہ بھارت کو انسانی حقوق کے تحفظ اور پاسداری پر مجبور کرے اور حقائق معلوم کرنے کیلئے ایک مشن ریاست بھیجا جائے[۱۴]۔

دوسری طرف بھارت کی پاکستان اور کشمیری مجاہدین کے خلاف حکمت عملی یہ رہی کہ:

۱۔عالمی سطح پر بھارت کے چہرہ پر کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے جو سیاہ داغ لگے ہیں انہیں دھونے کیلئے بھارت نے پاکستان کو دہشت گرد قرار دلوانے کیلئے بہت کوشش کی۔مگر اس ضمن میں اسے خاص کامیابی نہ ہوئی۔دہشت گرد اور حریت پسندوں میں بڑا فرق ہوتا ہے آزادی کی خاطر جان دینے والے حریت پسند ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ پوری کشمیری قوم ان کے ساتھ ہے قوم دہشت گردوں سے خائف ہوا کرتی ہے ان سے یوں دست تعاون تو نہیں بڑھایا کرتی۔اسکے علاوہ آزادی کی قومی تحریکوں کی حمایت کوئی مداخلت نہیں ہے یہ ایک انسانی مسئلہ ہے۔پاکستان اس جھگڑے کا فریق ہے اور مداخلت نہ صرف اسکا حق ہے بلکہ ذمہ داری بھی بنتی ہے۔
امریکہ فنڈامینٹلزم سے الرجک ہے لہذا بھارت نے یہ بھی کہا ہے کہ پاکستان بنیاد پرستوں کا اڈہ ہے اور بھارت اسکا مقابلہ کر رہا ہے۔
۲۔تنازعہ کشمیر کی سنگینی کے پیش نظر بھارت کو یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں عالم اسلام اس کے خلاف متحد نہ ہو جائے۔اس خطرہ سے نمٹنے کیلئے بھارت نے اپنی نئی حکمت عملی اس طرح ترتیب دے رکھی ہے کہ اس نے عرب ممالک اور خلیجی ریاستوں سے تجارتی اور ثقافتی تعلقات پہلے سے زیادہ مضبوط بنا لیے ہیں۔بھارت کی تین چوتھائی برآمدات اسلامی ممالک کی مارکیٹوں میں جاتی ہیں۔عالم اسلام کے درمیان نہ مکمل اتحاد و یکجہتی کی فضا ہے اور نہ کوئی ایسی مضبوط اور حوصلہ مند قیادت ہے جو سوا ارب مسلمانوں کی نمائندگی کرسکے۔اسلامی کانفرنس بھی بڑی حد تک غیر مؤثر ہو چکی ہے اور وہ خود عرب ممالک کے باہمی تنازعات حل کرانے میں بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔بھارت اس صورت حال سے استفادہ کر رہا ہے۔بھارت کو علم ہے کہ اگر مسئلہ کشمیر پر عالم اسلام کا اتحاد ہو گیا تو بھارت کیلئے سوائے پسپائی کے اور کوئی راستہ باقی نہیں رہے گا[15]۔
۳۔تحریک حریت کے شدید دباؤ کے مقابلہ کیلئے بھارت نے مشرقی پنجاب کی تحریک خالصتان کو دبانے کیلئے جو حربے اختیار کیے وہی طور طریقے مقبوضہ کشمیر میں اپنائے جا رہے ہیں۔اول نہتے کشمیریوں کو کچلنے کیلئے محتاط اندازے کے مطابق بھارت نے ۶ لاکھ فوج وادی میں جھونک دی ہے۔ دوم وہ مجاہدین کی صفوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے اور جعلی مجاہدین جو غنڈوں پر مشتمل ہیں کو اسلحہ دیا ہے، جو عوام کو مار رہے ہیں اس طرح حقیقی مجاہدین کو عوام میں بدنام کیا جا رہا ہے۔یہی انداز

مشرقی پنجاب میں اختیار کیا گیا اور سکھ تحریک اپنی افادیت کھو گئی۔ سوم، بھارت نواز کشمیری لیڈروں کو سودے بازی پر اکسایا جارہا ہے اور وہ عوام میں یہ تاثر پھیلا رہے ہیں کہ بھارت سے دفعہ ۳۷۰ کے تحت ۱۹۵۳ء سے قبل جو مراعات تھیں وہ لے لی جائیں کیونکہ اگر تحریک کسی منطقی نتیجہ پر نہ پہنچ سکی اور راستہ میں ہی دم توڑ گئی تو حالت پہلے سے بھی بدتر ہو جائے گی اس لیے جو ملتا ہے لے لیا جائے اس سلسلہ میں فاروق عبداللہ، مفتی محمد سعید، غلام نبی آزاد وغیرہ متحرک ہیں۔ بھارت کی کوشش ہے کہ حریت پسندوں کی صفوں میں اتحاد پیدا نہ ہو سکے لہذا استصواب رائے والے فارمولا کو سبوتاژ کرنے کیلئے نئے نئے متبادل حل (خود مختار کشمیر) پیش کرتا رہتا ہے[۱۶]۔

۴۔ تحریک آزادی کو سبوتاژ کرنے کیلئے بھارت نے امریکہ کو باور کرایا کہ کشمیر کے مسئلہ پر پاک بھارت جنگ چھڑ گئی تو عین ممکن ہے یہ ایٹمی جنگ کی شکل اختیار کر جائے۔ امریکہ نے پاکستان پر دباؤ میں اضافہ کر دیا کہ وہ ایٹمی پروگرام سے دستبردار ہو جائے۔ ستمبر ۱۹۹۰ء تک امریکہ نے پاکستان کی فوجی اور معاشی امداد اسکے ایٹمی پروگرام کی وجہ سے بند کر دی۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام میں تعطل اور کمزوری کے مضر اثرات تحریک آزادی کشمیر پر براہ راست مرتب ہوئے اور مجاہدین پر بھارت کی جارحانہ روش میں تیزی آ گئی۔

کشمیر میں بھارتی مظالم کی بازگشت امریکہ، روس اور مغربی ممالک میں سنی گئی۔ امریکہ نے کشمیر کو متنازعہ علاقہ قرار دیا۔ برطانیہ میں خصوصاً برطانوی پارلیمنٹ نے تنازعہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کرنے پر زور دیا اور روسی صدر ییلسن نے بھارتی وزیراعظم نرسیمہا راؤ کو خط لکھا کہ وہ کشمیر کے مسئلہ پر اپنی حکمت عملی تبدیل کرے اور اس مسئلہ کو پرامن طور پر حل کرنے کی کوشش کرے[۱۷]۔

امریکہ نے بعض گلوبل ضروریات اور نیو ورلڈ آرڈر کے تقاضوں کے باعث تنازعہ کشمیر پر اپنے موقف میں تبدیلی کی ہے اور کشمیر کو پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک متنازعہ خطہ قرار دیا ہے جس کے مستقبل کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ ورنہ اب تک امریکہ کشمیر کے تنازعہ میں بھارت کے موقف کی خاموش تائید کرتا رہا ہے۔ امریکی منصوبہ ساز کہیں کہیں خود مختار کشمیر کی بات کرتے ہیں تو اس پر بھارت تلملا اٹھتا ہے۔

امریکہ اپنے طویل المعیاد تجارتی سیاسی اور دفاعی مقاصد کے حوالہ سے اس بات کا خواہش مند ہے کہ وہ پاکستان اور بھارت کے باہمی اختلافات ختم کرا دے تاکہ چین کے مقابلہ میں ان کی متحدہ قوت بروئے کار لائی جاسکے ۔ روس کے بکھر جانے کے بعد دنیا میں امریکہ کو قطب اعظم کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے ۔ اسکی عالمی حکمرانی کو بڑا خطرہ ابھرنے والی نئی ایٹمی قوتوں سے ہو سکتا ہے ۔ اس لیے ہلاکت خیز اسلحہ کے فروغ پر پابندی لگانا امریکہ کی اولین ترجیح ہے ۔ چین بھارت اور پاکستان کی جوہری خواہشات نے اس علاقے کو نیوکلیر ہاٹ زون بنا دیا ہے ۔ جوہری تپش والے اس علاقے کو امریکہ اپنے حصار میں لینا چاہتا ہے ۔ وہ جنوبی ایشیا میں جوہری ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کیلئے کوشاں ہے ۔ پاکستان کا موقف یہ ہے کہ اسکا جوہری پروگرام تنازعہ کشمیر سے براہ راست منسلک ہے اور ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا ۔ لہذا امریکہ کی مسئلہ کشمیر کو حل کروانے میں دلچسپی بڑھ گئی ہے اسکی اولین ترجیح یہ ہے کہ اس تنازعہ کا کوئی ایسا حل تسلیم کرالیا جائے جو کم از کم پاک بھارت تعلقات کی اصلاح کا ذریعہ بن سکے اور زیادہ سے زیادہ خود امریکہ کو اس خطہ میں پاؤں جمانے کا موقع دلا سکے [۱۸] ۔

اسلام دشمنی بھارت اور امریکہ میں قدر مشترک ہے ۔ امریکہ بھارت کو علاقہ کا پولیس مین اس حد تک بنانا چاہتا ہے کہ پاکستان ایک بڑی قوت نہ بن جائے ۔ کیونکہ پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کا سب سے زیادہ فائدہ اسلامی ممالک کو کسی نہ کسی انداز میں پہنچتا ہے اور امریکہ اسلامی ملکوں کو اپنے "تابع مہمل" رکھنا چاہتا ہے ۔ اس کیلئے وہ اسرائیل کو مضبوط بنا چکا ہے ۔ مقبوضہ کشمیر میں اسرائیلی کمانڈر کشمیری حریت پسندوں کو کچلنے میں بھارت کے دوش بدوش ہیں ۔

امریکہ کی سیاست کا دوسرا انداز یہ ہے کہ وہ بھارت کو 'آزادانہ' ماحول نہیں دینا چاہتا کہ کہیں بھارت اور چین کا اتحاد نہ بن جائے جو نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کر سکے ۔ اور جب سے ایران نے چین اور بھارت کے ساتھ مل کر علاقائی اتحاد کی بات کی ہے امریکہ کے خدشات بڑھ گئے ہیں ۔ امریکی وزارت خارجہ کی رابن رافیل کا بیان ہے کہ پاکستان اور بھارت مسئلہ کشمیر معاہدہ شملہ کے تحت حل کریں ۔ بھارت کی طرفداری کیلئے ہے، اور کنٹرول لائن کو انٹرنیشنل لائن تسلیم کرنے کے امریکی دانشوروں کے مشورے دراصل شملہ معاہدہ کی کشمیر کے متعلق دفاع کی بھارتی

تشریح ہی ہے [19]۔ سیز فائر لائن اور کنٹرول لائن تو پاکستان اور بھارت کی افواج نے بنائی ہیں اس لائن کو بین الاقومی سرحد تسلیم کر لینے کا مطلب مسئلہ کشمیر کا انسانی اور سیاسی حل کی بجائے فوجی حل نکالنا ہے اور جسکی لاٹھی اسکی بھینس کا اصول تسلیم کرنا ہے۔ اگر زندگی کا چلن ایسا ہی ہونا ہے تو یو این او کو ختم کر کے، اسکا دستور، چارٹر اور قراردادیں دفن کر دی جائیں جو یہ کہتی ہیں کہ کشمیر کو غیر فوجی (Demilitarize) کر کے استصواب کے ذریعہ مسئلہ کے مستقبل کا تعین کیا جائے۔

وزیر اعظم نہرو نے پارلیمنٹ، پریس اور دوسرے ملکوں سے سترہ بار یہ عہد کیا کہ اگر رائے شماری میں کشمیری بھارت سے الگ ہو جائیں تو وہ خوش آمدید کہے گا۔ ۱۹۳۱ء اور ۱۹۴۷ء سے اگر کشمیریوں کی آزادی کیلئے قربانیوں کو شمار نہ بھی کیا جائے تو صرف پچھلے پانچ سالوں میں چالیس ہزار سے زائد کشمیری آزادی کیلئے اپنی جان نثار کر چکے ہیں۔ ہزاروں عورتوں کو بھارتی فوجی بے آبرو کر چکے ہیں۔ کیا ان تمام قربانیوں کو بھارت کی خواہش جوع الارض کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ کشمیریوں کی جدوجہد تو امریکیوں کی جنگ آزادی کی مانند ہے۔ اس پے امریکی صدر بل کلنٹن نے جنرل اسمبلی کی تقریر میں خطہ کشمیر کو آتش فشاں قرار دیا تھا۔

پاک بھارت مذاکرات کا ایجنڈا۔ تنازعہ کشمیر

کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی کی شدت میں اضافہ نیز امریکہ اور دوسرے ملکوں کے دباؤ کے باعث پاکستان اور بھارت مذاکرات پر پھر آمادہ ہو گئے۔ بھارت تنازعہ کشمیر پر ایجنڈے کی ایک علیحدہ اور مستقل بالذات آئیٹم کے طور پر بات چیت کیلئے تیار ہو گیا۔ مذاکرات کیلئے موزوں فضا کی خاطر پاکستان نے جنرل اسمبلی سے اپنی قرارداد واپس لے لی جس میں استدعا کی گئی تھی کہ مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا جائزہ لینے کیلئے وہاں کمیشن بھیجا جائے یہ مذاکرات دونوں ملکوں میں کئی برسوں سے جاری مذاکرات کے سلسلہ کا حصہ تھے۔ سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات کا چھٹا دور نومبر ۱۹۹۲ء کو نئی دہلی میں ہوا تھا۔ اس کے بعد دونوں ملکوں کی داخلی صورتحال بگڑتی چلی گئی جبکہ کشمیر کی تحریک آزادی مضبوط ہونے لگی۔ ان عوامل نے نئی دہلی اور اسلام آباد میں فاصلے مزید

بڑھا دیے ۔ موجودہ مذاکرات کیلئے پہل بھارتی وزیراعظم نرسیما راؤ نے کی جب اکتوبر ۱۹۹۳ء میں انہوں نے بے نظیر کے وزیراعظم پاکستان منتخب ہونے پر مبارک باد کا پیغام بھیجا اور وزیراعظم کی سطح پر مذاکرات کی تجویز پیش کی ۔ پاکستان سیکرٹریوں کی سطح پر مذاکرات کیلئے آمادہ ہو گیا لیکن اسکا اصرار تھا کہ مذاکرات کے ایجنڈے میں تنازعہ کشمیر ایک علیحدہ آئیٹم کے طور پر شامل کیا جائے ۔

اسلام آباد میں تنازعہ کشمیر پر بھارت اور پاکستان کے خارجہ سیکرٹریوں کی سطح پر ۲ اور ۳ جنوری ۱۹۹۴ء کو مذاکرات ہوئے ۔ اگرچہ پاکستان کے صدر، وزیراعظم اور وزیرخارجہ تینوں نے مذاکرات سے مایوسی کا پیشگی اظہار کر دیا تھا لیکن بھارت اور دوست ملکوں کو یہ کہنے کا موقع نہ دینے کیلئے کہ پاکستان مذاکرات نہیں چاہتا، بات چیت کے انعقاد پر قائم رہا ۔ مذاکرات شروع ہونے سے صرف ایک دن پہلے بھارتی وزیرخارجہ مسٹر دینس سنگھ نے پریس ٹرسٹ آف انڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا، کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے ۔ کشمیر میں استصواب رائے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ بھارت کے ساتھ کشمیر کا الحاق ایک حتمی اقدام ہے اور اس پر مزید کوئی بات چیت قطعی بے معنی ہے[۲۰] ۔

اگرچہ پہلی دفعہ تنازعہ کشمیر کو مذاکرات کے ایجنڈے میں ایک علیحدہ آئیٹم کے طور پر شامل کیا گیا اور مذاکرات کے دوران فریقین کی بنیادی توجہ اسی مسئلہ پر مرکوز رہی لیکن دونوں وفود نے مسئلہ کشمیر پر اپنے اپنے معروف مؤقف سے سر مو انحراف نہیں کیا ۔ لہٰذا بات چیت کا یہ ساتواں دور بھی بے ثمر رہا ۔

پاکستان نے واضح کر دیا کہ تنازعہ کشمیر برصغیر کی تقسیم کے نامکمل ایجنڈے کا حصہ ہے اور وہ اس مسئلہ کا حل اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق چاہتا ہے جبکہ بھارتی وفد کا اصرار رہا کہ کشمیر انڈین یونین کا لازمی حصہ ہے اور چار سال سے وادی میں شورش اس کا داخلی امن و امان کا مسئلہ ہے

مذاکرات کا جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا اس میں دونوں فریقوں نے تسلیم کیا ہے کہ مفاہمت میں رکاوٹ مسئلہ کشمیر پران کے بنیادی اختلافات ہیں ۔ مشترکہ بیان میں کہا گیا کہ خارجہ سیکرٹریوں کی سطح یا کسی اور سطح پر مزید مذاکرات کیلئے دونوں ممالک ایک دوسرے سے صلاح

مشورہ کریں گے ۔اور تنازعات کو حل کرنے کی سنجیدہ کوششیں جاری رکھیں گے"[۲۱]۔

حالیہ مذاکرات میں بھارت نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ "ازکار رفتہ کاغذات" ہیں اب ان کا ذکر بے محل ہے ۔پاکستان کا کہنا تھا کہ اگر وقت گزر جانے سے کوئی دستاویز یا فیصلہ بے اثر ہو جاتا ہے تو پھر شملہ معاہدہ کو بھی ۲۲ برس ہو گئے ہیں کیا اسے بھی لاتعلق قرار دے کر مسترد کر دیا جائے ۔اور اقوام متحدہ کا منشور تو اسکی اب تک منظور کی جانے والی قراردادوں سے بھی کہیں زیادہ پرانا ہے تو کیا وہ سے بھی فضول قرار دے دیں گے ۔پریس کانفرنس میں پاکستان کے سیکرٹری خارجہ شہریار خان نے واضح کر دیا کہ پاکستان آئندہ بات چیت کیلئے اس صورت میں تیار ہو گا کہ بھارت مقبوضہ کشمیر سے اپنی فوج واپس بلا لے ، حضرت بل کو عبادت کیلئے کھول دے ، نظر بند کشمیری راہنماؤں کو رہا کرے ، انسانی حقوق کی صورت حال بہتر بنائے ، صحافیوں ، سفارتکاؤں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو مقبوضہ کشمیر میں جانے کی اجازت دے ۔ بھارت نے مذاکرات سے پہلے شرائط تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

بھارت کے خارجہ سیکرٹری جے این ڈکشٹ نے دوران بات چیت پہلے سیاہ چن سے فوجوں کی واپسی پر زور دیا اور کہا کہ اس سے باہمی اعتماد کیلئے اچھا آغاز ہو گا اور بتدریج ہم پیچیدہ مسائل کی طرف بڑھ سکیں گے ۔پاکستان نے اصرار کیا کہ بنیادی تنازعہ کشمیر اور اس کے حل کیلئے استصواب رائے کے انعقاد کیلئے طریق کار کا فیصلہ مذاکرات سے پہلے کر لیا جائے ۔بھارت نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور مذاکرات ناکام ہو گئے ۔

پریس کانفرنس میں جب صحافیوں نے جے این ڈکشٹ سے سوال کیا کہ کشمیر پر اقوام متحدہ کی قراردادوں پر بھارت کا اب موقف کیا ہے تو بھارتی سیکرٹری خارجہ نے جواب دیا کہ یہ بالکل غیر متعلقہ سوال ہے اور اشتعال انگیز ہے ۔بھارت کی پوزیشن کشمیر پر واضح اور طے شدہ ہے"[۲۲]۔

جب فریق ثانی کی نفسیاتی کیفیت یہ ہو کہ وہ تنازعہ کشمیر کے بارے میں بنیادی قراردادوں کا نام تک سننے کا روادار نہ ہو تو وہاں کسی مثبت پیش رفت کی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے ۔لہذا مذاکرات میں اگلے راونڈ کی تاریخ اور سطح بھی طے نہ ہو سکی اور یہ مکمل تعطل کا شکار رہے ۔

غیر رسمی تجاویز کا تبادلہ

پاکستان نے ۱۷ جنوری ۱۹۹۴ء کو دو غیر رسمی تجاویز (نان پیپرز) بھارت کو بھجوائیں جن میں کہا گیا:

۱۔ بھارت ایسے اقدامات کرے جن سے کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی صورت حال بہتر ہوسکے۔

۲۔ دونوں ملکوں کے درمیان تنازعہ کشمیر پر آئندہ جو مذاکرات ہوں ان میں ریاست جموں و کشمیر میں رائے شماری کرانے کے طور طریقوں پر غور کیا جائے۔

بھارت نے ان پاکستانی تجاویز کا جواب دینے کی بجائے ۲۴ جنوری کو اپنی طرف سے چھ غیر رسمی تجاویز پاکستان کو ارسال کر دیں جن میں کہا گیا ہے۔

۱۔ کشمیر میں کنٹرول لائن کو امن و سکون کے "خطہ" میں تبدیل کیا جائے۔

۲۔ سیاہ چن کا معاملہ طے کیا جائے۔ (بھارت کا مطلب یہ ہے کہ کسی طرح سیاہ چن سے افواج کی واپسی کا فیصلہ ہو جائے۔ تاکہ بھارتی معیشت پر بوجھ کم ہو اور سیاہ چن سے فارغ ہونے والی فوج کو پاکستان کی سرحدں اور کشمیریوں کو دبانے کیلئے استعمال کیا جائے)

۳۔ رن آف کچھ کے سمندری علاقہ "سر کریک" کی حد بندی کا فیصلہ کیا جائے۔

۴۔ وولر بیراج کے تنازعہ پر گفتگو کی جائے۔

۵۔ دونوں ملکوں کے درمیان اعتماد کی فضا پیدا کرنے کیلئے اقدامات کیے جائیں

۶۔ ایک دوسرے کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ نہ کرنے کے معاہدہ کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے پر ایٹمی حملہ میں پہل نہ کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔ اور یہ کہ دونوں ملکوں نے جو مشترکہ کمیشن قائم کر رکھے ہیں ان کو روبہ کار لایا جائے[۲۳]۔

دونوں ملکوں کے حالیہ کشیدہ اور تلخ تعلقات کی واحد وجہ تنازعہ کشمیر ہے لیکن بھارتی تجاویز تنازعہ کشمیر پر بالکل خاموش ہیں۔ اسلام آباد کے سرکاری ذرائع کے مطابق یہ تجاویز تنازعہ کشمیر کے

حل کیلئے نہیں بلکہ اس مسئلہ کے حل سے بچنے کا منصوبہ ہیں۔ایٹمی اسلحہ میں پہل نہ کرنے کے سوا دیگر تمام تجاویز اس سے پہلے پیش کی جانے والی تجاویز کی محض تکرار ہیں۔اور ایٹمی پہل والی تجویز بھی غیر متعلقہ ہے کیونکہ پاکستان نہ ایٹمی طاقت ہے اور نہ اسکے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں [24] بھارت نے مقبوضہ کشمیر میں چھ لاکھ فوج متعین کر رکھی ہے جو نہ صرف کشمیریوں پر ظلم کر رہی ہے بلکہ کنٹرول لائن پر کشیدگی میں اضافہ کی ذمہ دار ہے۔

سیاہ چن میں بھارت نے شملہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے فوجیں بھیجیں تھیں۔ چنانچہ بھارت جون ۱۹۸۹ء کو پاک بھارت مفاہمت کے مطابق افواج پیچھے ہٹانی چاہئیں۔

دیگر تمام تجاویز پر بھی دونوں ملکوں میں نقطہ نظر کا اختلاف ہے۔بھارت کا شروع سے ہی یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اصل مسائل اور اصل ایشوز پر بحث کی بجائے ضمنی اور فروعی مسائل پر بات کرنے پر زور دیتا ہے حالانکہ اگر بنیادی سیاسی مسئلہ حل ہو جائے تو ضمنی مسائل کے حل ہونے کا راستہ خود بخود نکل آتا ہے۔لہذا پاکستان نے واضح کر دیا کہ بھارت سے صرف بامقصد مذاکرات ہوں گے، اصل مسئلہ کو چھوڑ کر دیگر ضمنی مسائل پر گفتگو کرنا محض وقت کا ضیاع ہے اور بھارتی تجاویز کو مسترد کر دیا [25]۔وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے کہا کہ ہم محض موسم کا حال دریافت کرنے کیلئے بھارت سے مذاکرات نہیں کریں گے اور اگر بھارت مذاکرات میں مخلص اور سنجیدہ ہے تو اسے اپنے عمل سے اسکا ثبوت دینا ہوگا۔بھارت جب تک کشمیری حریت پسندوں کو رہا نہیں کرتا، حضرت بل کا محاصرہ مکمل طور پر ختم نہیں کرتا اور چھ لاکھ مسلح افواج کو واپس نہیں بلاتا، وہ مذاکرات میں سنجیدہ نہیں۔پاکستان کے نزدیک یہ تینوں شرائط وہ کم از کم تقاضے ہیں جو مذاکرات کے آغاز کیلئے بھارت کو پورے کرنا پڑیں گے۔

پاکستان کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے کہا کہ کشمیر جل رہا ہے۔کشمیری مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے مقبوضہ کشمیر میں پہلے ہی چھ لاکھ فوج موجود ہے، مزید دو ڈویژن فوج بھیجی جا رہی ہے۔آخر وہ کتنی فوج بھیجیں گے۔جب امریکہ ویت نام اور سویت یونین افغانستان پر قابو نہیں پاسکے تو بھارت کشمیر کے جنگجوؤں پر قابو کیسے پاسکے گا۔ایمنسٹی انٹرنیشنل، کمیشن فار ہیومن رائٹس، ایشیا واچ اور انٹرنیشنل فیڈریشن ایسی تنظیمیں ہیں جنہوں نے بھارت کے مظالم کا دستاویزی

ثبوت فراہم کیا ہے مختلف ممالک اور ارکان پارلیمنٹ کشمیریوں کے حق میں آواز بلند کر رہے ہیں۔ وزیراعظم پاکستان نے کہا کہ کشمیریوں کا دکھ ہمارا دکھ ہے اور انکی جدوجہد ہماری جدوجہد ہے۔ ان کی جدوجہد سے یکجہتی ہمارا فرض ہے۔[۲۵]

کشمیری عوام کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کیلئے ۵ فروری ۱۹۹۴ء کو پاکستان اور کشمیر میں مکمل ہڑتال رہی۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ حق خود ارادیت کی جدوجہد میں پاکستان اور کشمیر کے عوام متحد اور یکسو ہیں۔ اس پر وزیراعظم پاکستان نے کہا کہ کشمیر اور پاکستان کی تقدیر ایک ہے۔ وہ دن دور نہیں جب ہماری تاریخ کی طرح ہمارا جغرافیہ بھی ایک ہو جائے گا[۲۶]۔

بھارت ایشیا کا مرد بیمار

خارجہ سیکرٹریوں کے مذاکرات کی ناکامی کے بعد یکم فروری ۱۹۹۴ء کو وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے جنیوا میں انسانی حقوق کے کمیشن کے پہلے اجلاس میں کشمیریوں کا مقدمہ موثرانداز سے پیش کیا۔ ۵ فروری ۱۹۹۴ء کی ملک گیر کامیاب ہڑتال کے ذریعے حکومت پاکستان نے جب بھارتی فوج کے انسانیت سوز مظالم کا ہدف بننے والے کشمیریوں کے حق میں عالمی رائے عامہ بیدار کرنے کی موثر اور کامیاب کوششوں کا آغاز کیا تو بھارت کی سوچ اور رویہ کی جارحیت میں شدت اسقدر تیز ہو گئی کہ پاکستان کی کشمیر پالیسی پر بھارتی حکومت سخت پیچ و تاب کھانے لگی۔

بھارتی صدر شنکر دیال شرما اور وزیر مملکت برائے خارجہ امور سلیمان خورشید نے تمام سفارتی آداب کو نظرانداز کرتے ہوئے پاکستانی وزیراعظم پر ذاتی تنقید شروع کر دی۔ انہوں نے بے نظیر بھٹو کو برا بھلا کہا کہ جب وہ اپنے بھائی اور والدہ کے حقوق کا لحاظ نہیں کرتی تو پھر اسے کشمیر کے مسلمانوں پر مظالم کا گلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور اسے برصغیر کا کلچر بھلا بیٹھنے کا طعنہ دیا[۲۷]۔ انہوں نے کہا بھارت کے خلاف بے نظیر کی جارحانہ پروپیگنڈا مہم اس غبارے کی مانند ہے جس سے گیس خارج ہو رہی ہے۔ وہ ایک گرم ہوا والے غبارے کی طرح ہیں۔ جب غبارے سے ہوا نکل جائے اور وہ بے جان ربڑ کی مانند ہو جائے تو اس وقت دیکھیں بے نظیر کتنی کرشمہ ساز ہیں۔ سلیمان خورشید نے مزید کہا "مجھے معلوم نہیں بے نظیر کا ہدف کیا ہے، میرا خیال ہے کہ انہیں کوئی داخلی یا

گھریلو اور خاندانی مسئلہ درپیش ہے"۔

بھارتی راہنماؤں کے وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے خلاف انتہائی لغو اور رکیک حملوں سے پاکستان اور بھارت میں کشیدگی بہت بڑھ گئی اور دونوں ملکوں کے تعلقات انتہائی نچلی سطح تک گر گئے۔

بھارت کی اس سوقیانہ اور نفرت انگیز مہم پر پاکستان نے سخت احتجاج کیا اور بھارت کے ہائی کمشنر ایس کے لامبا کو دفتر خارجہ طلب کر کے احتجاجی مراسلہ ان کے سپرد کیا کہ پاکستان بھارتی قیادت کی طرف سے کی جانے والی گھٹیا بیان بازی کی سطح پر نہیں آسکتا۔ بھارت کے صدر نے وزیراعظم بے نظیر کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کر کے عہدہ صدارت کے تقدس کو پامال کیا ہے۔ بھارتی صدر اور امور خارجہ کے وزیر کے بیان سے کشمیر میں بھارت کی بے بسی کا اظہار ہوتا ہے نسل کشی کی پالیسیوں کے دفاع کیلئے اب اس کے پاس کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ سربوں کی گولہ باری وزیراعظم پاکستان کو جلتے ہوئے سراجیو کا دورہ کرنے سے نہ روک سکی تو سلیمان خورشید جیسے کرائے کے آدمی کی دشنام طرازی بھی بے نظیر کو کشمیریوں کی حمایت سے باز نہیں رکھ سکتی۔

ترجمان نے کہا پاکستانی قوم اپنی شناخت، سالمیت، اتحاد اور ایمان کے بارے میں پوری طرح واضح ہے اور ہمیں اس سلسلہ میں کسی "بے اعتبار" شخص کے مشوروں کی ضرورت نہیں۔ ترجمان نے کہا کہ پاکستانی قوم تو متحد ہے لیکن بھارت اندرونی جھگڑوں کا شکار ہے جہاں ایک درجن سے زائد تحریکیں چل رہی ہیں اور اب حقیقت میں بھارت ایشیاء کا "مرد بیمار" ہے اور بھارتی صدر اور وزیر خارجہ کے حالیہ بیانات سے بھی یہ بات ثابت ہو رہی ہے [۲۸]۔ دونوں ملکوں کی سفارتی تاریخ میں اتنے سخت بیانات کا تبادلہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔

بھارت نے تحریک آزادی سے پریشان ہو کر پھر یہ الزام دھرایا کہ پاکستان کشمیر میں دہشت گردی کو فروغ دے رہا ہے۔ پاکستان نے یہ الزام مسترد کر دیا اور وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر کی خون ریز تحریک آزادی دراصل ان مظالم اور جبر و تشدد کا رد عمل ہے جو بھارتی فوج نے کشمیری عوام پر روا رکھے ہوئے ہیں۔ بھارتی قیادت ان تمام مظالم سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لیے یہ شور مچاتی رہتی ہے کہ کشمیر میں دہشت گردی ہو رہی ہے اور پاکستان دہشت گردوں

(حرّیت پسندوں) کی ہر طرح سے امداد کر رہا ہے "[۲۹]۔

پاکستان کی وزیراعظم بے نظیر نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ بات زور دے کر کہی بھارت مقبوضہ کشمیر کی صورت حال میں پاکستان پر مداخلت کی جھوٹی الزام تراشی سے باز نہیں آرہا حالانکہ ہم نے ہر دور میں دوسروں کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کے اصول کی سختی سے پاسداری کی ہے۔ حتیٰ کہ جب ان کے پچھلے دور حکومت میں بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی مشرقی پنجاب کی شورش کے باعث مشکلات سے دوچار تھے۔ سکھوں کی علیحدگی کی تحریک زوروں پر تھی۔ اس وقت بھی پاکستان نے سکھوں کی مدد اور حمایت نہیں کی اور یوں اس وقت بھارتی وزیراعظم کی بالواسطہ مدد کی تھی۔ پاکستان سکھ تحریک کی درپردہ مدد اور حمایت کرتا تو بآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسکا کیا نتیجہ نکلتا لیکن پاکستان نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ البتہ مقبوضہ کشمیر کی حیثیت مشرقی پنجاب جیسی نہیں۔ کشمیر کی حیثیت متنازعہ ہے اور وہ سرزمین بھارت کا حصہ نہیں۔ اسکے عوام کی تحریک حق خودارادیت کی تائید اور کشمیریوں کی اخلاقی، سفارتی اور سیاسی امداد کرنا بھارت کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں "[۳۰]۔

مشرقی پنجاب کی شورش کا مقابلہ کرنے کیلئے راجیو گاندھی کی امداد سے متعلق پاکستان کی وزیراعظم کے انٹرویو کو حزب اختلاف نے سخت ہدف تنقید بنایا۔ اسے ملک سے غداری اور سازش کہا۔ لیکن اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان بھارت سے تعلقات معمول پر لانے اور کشیدگی کے اسباب ختم کرنے کیلئے ہر ممکن حد تک جانے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ بدقسمتی سے بھارتی حکومت نے کبھی بھی پاکستان کی خیرسگالی کا جواب خیرسگالی سے نہیں دیا۔

سفارت کاری کا جنیوا محاذ

یکم فروری ۱۹۹۴ء کو وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے جنیوا میں انسانی حقوق کے کمیشن کے سامنے مسئلہ کشمیر کے انسانی پہلوؤں کو نمایاں طور پر واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ کشمیری عورتوں کی اجتماعی آبروریزی، بچوں، بوڑھوں اور نہتوں کا قتل عام مہذب اقوام کے منہ پر طمانچہ ہے اور عالمی برادری کب آگے بڑھ کر ظلم کا ہاتھ روکے گی۔ انہوں نے دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ،

سفارتکاروں اور سیاسی راہنماؤں کو دعوت دی کہ وہ آزاد کشمیر آئیں اور خود دیکھ لیں کہ وہاں تربیت کا کوئی کیمپ نہیں ۔ اسکی بجائے وہاں اکثر لٹے پٹے اور زخمی کشمیری مہاجرین کے کیمپ نظر آئیں گے ۔ انہوں نے بھارتی پروپیگنڈا کا ابطال کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان مقبوضہ کشمیر میں کوئی براہ راست مداخلت نہیں کر رہا اور یہ الزام مضحکہ خیز ہے کہ پاکستان کے تربیت یافتہ گوریلے مقبوضہ علاقے میں بھیجے جاتے ہیں ۔ وزیراعظم نے اس ضمن میں یاد دلایا کہ کنٹرول لائن کے ہر کلو میٹر پر ۹۰۰ بھارتی فوجی متعین ہیں ۔ ایسے میں پاکستانی مداخلت کار مقبوضہ کشمیر میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں ۔ اسکے علاوہ پاکستان نے بھارت کو دعوت دی تھی کہ کنٹرول لائن پر اقوام متحدہ کے مبصرین متعین کر دیے جائیں تا کہ بھارت کی تسلی ہو جائے لیکن اس نے یہ تجویز قبول نہیں کی ۔ مقبوضہ کشمیر میں قیامت صغریٰ برپا ہے ۔ پچھلے چار سال میں وہاں چالیس ہزار کشمیری مرد و زن بھارتی فوجیوں کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں ۔ بربریت کا یہ کھیل صرف اس لیے کھیلا جارہا ہے کہ کشمیری پچھلے چار سال سے حق خود ارادیت کی جنگ لڑ رہے ہیں ۔ ہر کشمیری آزادی مانگ رہا ہے ۔ بھارت اپنے مظالم پر لاکھ پردے ڈالے، غیر ملکی مبصروں کے وہاں داخلے پر چاہے کتنی پابندیاں عائد کرے ۔ کشمیری مظلوموں کی چیخیں دنیا بھر میں سنائی دے رہی ہیں ۔ وزیراعظم پاکستان نے بھارت کو یاد دلایا کہ ظلم ہمیشہ نہیں رہتا اسے ایک دن ختم ہونا ہے اور کشمیر میں وہ دن اب زیادہ دور نہیں[۳۱] ۔

بھارتی کشمیر میں بدترین قسم کے انسانیت سوز فوجی تشدد کے خلاف پاکستان نے ۲۵ فروری ۱۹۹۴ء کو جنیوا میں اقوام متحدہ کے کمیشن کو ایک قرارداد پیش کی کہ جموں و کشمیر سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے بارے میں تشویشناک اطلاعات آرہی ہیں، ہم کمیشن سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ جموں و کشمیر میں ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن ارسال کریں[۳۲] ۔

پاکستان کے قرارداد پیش کرنے کے فیصلہ اور اسکے حق میں حمایت حاصل کرنے کیلئے سفارتی مہم کے آغاز پر ہی بھارت نے برہمی کا اظہار کیا اور پاکستان کو دھمکی دی کہ اگر وہ جنیوا میں حقوق انسانی کے کمیشن کے اجلاس میں قرارداد پیش کرنے سے باز نہ آیا تو دونوں ملکوں میں مذاکرات کا آئندہ دور منسوخ ہو جائے گا[۳۳] ۔

جنیوا میں بھارت نے منظم طریقے سے ممبر ممالک اور این جی اوز میں لابنگ کی کہ پاکستان

مذہبی بنیادوں پر بھارت کو ایک دفعہ پھر تقسیم اور توڑ پھوڑ کے عمل سے دوچار کرنا چاہتا ہے اور اگر اس کو اسکی اجازت دی گئی تو جنوبی ایشیا انتشار اور تفریق کی زد میں آجائے گا۔ اور مسلم بنیاد پرستی کو تقویت ملے گی۔ اہل مغرب کو اس دلیل نے بہت متاثر کیا کیونکہ اسلامی بنیاد پرستی کا خوف ان پر بری طرح سوار ہے۔ چین کو اس بدگمانی میں ڈالنے کی کوشش کی کہ آج کشمیر میں مسلمان کامیاب ہوگئے تو کل چینی علاقہ سنکیانگ میں مسلم جذبات بھڑکائے جاسکتے ہیں۔

بھارت نے یہ پروپیگنڈا بھی بڑے زوردار طریقے سے کیا کہ کشمیر کی موجودہ صورت حال داخلی سے زیادہ خارجی عوامل کی مرہون منت ہے۔ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا الزام پاکستان پر لگایا کہ وہ ٹریننگ اور اسلحہ دے کر الحاق پاکستان کیلئے کشمیر کے اندر پراکسی لڑائی لڑ رہا ہے۔

بھارت بہت سے عالمی حلقوں کو اس بات کا قائل کرنے میں بھی کامیاب رہا کہ کشمیر کی علیحدگی سے بھارتی مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہوجائے گا۔ اور بھارت کی غیر مسلم آبادی کا رویہ اور سلوک ان کے ساتھ بہت معاندانہ ہوگا۔ لہذا بھارتی مسلمانوں کے مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ مذہبی بنیاد پر کشمیر کو بھارت سے الگ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے بھارت کے اندر علیحدگی کی تحریکوں کو تقویت ملے گی[۳۴]۔

بہت سے مغربی اور ایشیائی ممالک بھارت کے ساتھ اپنے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ ان کے اقتصادی مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ بھارت ان سے خوش رہے۔ سیاسی وجوہ سے بھی وہ ایشیا کے ایک بہت بڑے ملک کو ناراض کرنا درست نہیں سمجھتے۔ اس کے علاوہ کمیشن کے ۵۳ ممالک میں چین اور ایران سمیت ایسے ممالک ہیں جن کو اپنے انسانی حقوق کے ریکارڈ کی بھی فکر تھی۔ لہذا وہ بھارت کے خلاف ووٹ نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ بین الاقوامی تعلقات میں دوستی کی بجائے اپنا مفاد مقدم ہوتا ہے۔

بھارتی سفارتکاروں نے پوری کوشش کی کہ قرارداد کے خلاف ووٹ آئیں لیکن ۵۳ میں سے تقریباً ۴۵ ممالک نے اس بات کا فیصلہ کرلیا کہ وہ قرارداد پر ووٹنگ کے وقت غیر حاضر رہیں گے جس سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ بھارت اور اس کے موقف کے حامی نہیں ہیں۔ دوست ممالک کی مداخلت

سے ۹ مارچ کو پاکستان نے رائے شماری پر اصرار ترک کر دیا اور مقبوضہ کشمیر میں بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے بارے میں قرارداد رائے شماری کیلئے پیش نہ کی۔ پاکستان نے ایران، چین اور دیگر سولہ ممالک کے جن سہ نکاتی پیکج کی بنیاد پر قرارداد مؤخر کی وہ یہ ہیں:

۱۔ بھارت نے یقین دلایا کہ مسلم ممالک کے سفیروں کو مقبوضہ کشمیر کا دورہ کرنے کی اجازت دے گا تاکہ وہ کشمیر میں انسانی حقوق کی صورت حال کا تحقیقاتی جائزہ لے سکیں۔

۲۔ قرارداد ایک سال تک مؤخر رہے گی۔

۳۔ ایران بھارت پر دباؤ ڈالے گا کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں بند کرے۔ دونوں ملکوں کے اس تنازعہ میں ایران مصالحت کی بھی کوشش کرے گا[۳۵]۔

لیکن قرارداد مؤخر کرنے کے فوراً بعد بھارتی قیادت اپنے وعدے سے مکر گئی اور یہ اعلان کر دیا کہ اسلامی کانفرنس یا اقوام متحدہ کے کسی وفد کو مقبوضہ کشمیر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ قرارداد کی واپسی کے سلسلہ میں بھارت نے ایران یا چین سے کوئی وعدہ یا معاہدہ نہیں کیا، کشمیر کے سلسلہ میں بھارت کسی کے دباؤ میں آئے گا، نہ ڈکٹیشن قبول کرے گا۔ قرارداد کی واپسی کیلئے پاکستان کو کوئی رعایت نہیں دی گئی، نہ ایرانی مصالحت کو قبول کیا گیا ہے۔ اسلامی سفیروں کے کشمیر میں کے دورے پر پہلے ہی کوئی پابندی نہیں تاہم پاکستان اور لیبیا کے سفیروں کو سری نگر جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی[۳۶]۔

بھارت کی کہہ مکرنیوں کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا ہندو مت کا وجود ہے۔ بھارت محض وقت گزاری کیلئے وعدے وعید کرتا ہے۔ بھارت کا رویہ صرف اس وقت قدرے بہتر ہوتا ہے جب تنازعہ کشمیر کسی عالمی فورم پر زیر بحث ہو۔ عالمی رائے عامہ کی ملامت سے بچنے کیلئے وہ دو طرفہ مذاکرات کا سہارا لیتا ہے۔ بھارت نے قرارداد کی واپسی کو اپنی سفارتی فتح قرار دیا لیکن بھارت کی یہ فتح بے معنی ہے[۳۷]۔ پاکستان کو قرارداد اگرچہ مؤخر کرنا پڑی تاہم اس کی وجہ سے کشمیر کا مسئلہ عالمی توجہ کا مرکز بنا۔ پاکستانی وزیر خارجہ نے کہا کہ ہمارا مقصد کشمیر کے متعلق عالمی رائے عامہ اور ضمیر

کو بیدار کرنا تھا اور اب کشمیر دنیا بھر کے ممالک میں گفتگو کا موضوع ہے۔ اور یہ بات طے ہو گئی ہے کہ پاکستان شملہ معاہدہ کے باوجود عالمی فورم پر مسئلہ کشمیر اٹھا سکتا ہے۔ قرارداد کو مؤخر کرنے سے بھارت حالت دباؤ میں اور زیر مشاہدہ رہے گا اور وہاں دیگر کے علاوہ ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ریڈ کراس کے وفود جاسکیں گے جن کے باعث بھارت وہاں ظلم میں کمی کرے گا۔ وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے کہا کہ پاکستان بھارت کو بین الاقوامی فورم پر گھسیٹ کرلے گیا تاکہ دنیا کو ظالم کا چہرہ دکھایا جاسکے۔ اور ہم بھارت کے خون آلود ہاتھ دنیا کو دکھانے میں کامیاب ہوگئے ہیں [۳۸]۔

جنیوا کے بعد کشمیر میں بھارت کی جارحانہ کاروائیوں میں مزید اضافہ ہوا ہے [۳۹]۔ دوسری طرف حریت پسندوں کے حوصلے بھی پست نہیں ہوئے بلکہ ان کی کارروائیوں میں بھی شدت آگئی ہے۔ وہاں بھارت ترقیاتی کاموں کے ذریعے عوام کا اعتماد بحال کرنے کی بھی کوشش کر رہا ہے لیکن کشمیری جس چیز کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں وہ سماجی اور اقتصادی بہتری نہیں بلک بھارت سے مکمل آزادی ہے اب بھارت ظلم وجبر کے ساتھ ترغیب وتحریص کی پالیسی پر عمل پیرا ہے لیکن جن لوگوں کے عزیز واقارب کو اذیتیں دی گئیں اور ان کی عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ کیا ان کے دلوں سے یہ تلخ یادیں سرمایہ کاری کے ذریعے دور ہوسکیں گی۔

پاکستان کو عالمی برادری میں تنہا کرنے کیلئے بھارت کی سفارتی جارحیت بھی جاری ہے۔ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر معذرت خواہانہ رویہ کی بجائے پاکستان کو ہدف بنایا جارہا ہے کہ اسکی سرزمین پر اقلیتوں (مرزائیوں) سے ناروا سلوک ہو رہا ہے۔ سندھ میں فوجی اپریشن پر ایم کیو ایم کے الزامات کی تشہیر عالمی سطح پر کی جارہی ہے۔ ہر سطح پر واضح کیا جارہا ہے کہ کشمیر بھارت کا لازمی حصہ ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی بھارت یونین سے الگ نہیں ہوگا۔ پاکستان اپنے زیر قبضہ کشمیر کو کب خالی کر رہا ہے۔ بھارت کو پاکستان سے دوطرفہ مذاکرات کے علاوہ کسی عالمی فورم یا تیسری طاقت کا رول قبول نہیں [۴۰]۔

پاکستان نے مقبوضہ کشمیر کی اخلاقی سیاسی اور سفارتی امداد میں کوئی کمی نہیں کی۔ اسکے ایلچی دنیا بھر میں پھیل گئے ہیں اور پورے عالم کو کشمیریوں پر مظالم کی روح فرسا داستانیں سنا رہے ہیں اور انہیں کشمیریوں کو حق خود ارادیت دلوانے میں معاونت کیلئے کہہ رہے ہیں۔ بھارت صرف

عالمی دباؤ کی زبان سمجھتا ہے اس لیے یہ عمل بے اثر نہیں رہے گا۔اس سمت مزید پیش قدمی کیلئے کشمیر کمیٹی کے سربراہ نوابزادہ نصر اللہ خان نے اعلان کیا ہے کہ ستمبر میں پاکستان مسئلہ کشمیر کو جنرل اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں پیش کرے گا۔جہاں اسے معقول حمایت حاصل ہونے کی توقع ہے۔لیکن بھارت نے وزیراعظم کی سطح پر مذاکرات کی پیش کش کردی ہے۔بشرطیکہ پاکستان جنرل اسمبلی میں کشمیر کا مسئلہ نہ اٹھائے۔مذاکرات سیاہ چن کو غیر فوجی علاقہ بنانے تک محدود رکھے لیکن پاکستان مسئلہ کشمیر کو مذاکرات میں سرفہرست رکھنا چاہتا ہے[۴۱]۔

پہلے بھی جب پاک بھارت مذاکرات کا وقت آیا ہے تو بھارت نے کشمیر کو اٹوٹ انگ قرار دے کر یہ کہا کہ سیاہ چن، وولر بیراج اور ویزا کے اجرا پر بات چیت ہو سکتی ہے مگر کشمیر پر نہیں۔ اب پاکستان نے واضح کردیا ہے کہ اسے مذاکرات پر کوئی اعتراض نہیں لیکن مذاکرات کیلئے ماحول کو سازگار بنانے کی غرض سے بھارت کو چار شرائط پوری کرنا ہوں گی۔بھارت کشمیر میں متعین فوج میں کمی کرے۔درگاہ حضرت بل کے قریب بھارتی فوج کی طرف سے تعمیر کیے گئے بنکر ختم کیے جائیں۔گرفتار شدہ کشمیری لیڈروں کو رہا کیا جائے اور انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں کو مقبوضہ کشمیر کا دورہ کرنے کی اجازت دی جائے[۴۲]۔

بھارت نے مذاکرات کیلئے پاکستانی شرائط مسترد کردی ہیں کہ مقبوضہ کشمیر اسکا اٹوٹ انگ ہے۔اور وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اسکا داخلی معاملہ ہے[۴۳]۔اسی دوران وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو نے اپنے دورہ جرمنی کے دوران کہا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔دیوار برلن کی طرح کشمیر کی کنٹرول لائن بھی ختم ہو کر رہے گی۔تنازعہ کشمیر حل ہوئے بغیر جنوبی ایشیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا[۴۴]۔

کشمیر بنیادی طور پر ۱۲ملین انسانوں کا مسئلہ ہے جو اپنی زندگی، بنیادی حقوق اور آزادی کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔لہذا تنازعہ کشمیر کا پرامن حل کسی ملک کی فتح یا دوسرے کی شکست ہرگز نہیں کوئی ایسا انتظام جو اہل کشمیر کو بخوشی قبول ہو ہماری کوششوں کا مرکز ہونا چاہیے۔شملہ معاہدہ کے دیباچہ میں بھارت اور پاکستان برصغیر میں پائیدار امن کے قیام کا عہد کر چکے ہیں۔اس مقصد کا حصول تب ہی ہے کہ وہ اپنے اہم تنازعات حل کریں۔اور کشمیر دونوں ملکوں میں سب سے بڑا نزاع انگیز مسئلہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تنازعہ کشمیر کے تفصیلی مطالعہ کیلئے دیکھیں۔

Alastair Lamb, *Kahmir : A Disputed Legacy*, Karachi, Oxford University Press, 1991.

Pakistan Horizon, (Special on Kashmir), vol. 43, No. 2, 1990.

A.H. Suharwardy, *The Tragedy in Kashmir*, Lahore, 1993.

۲۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور یکم جنوری ۱۹۸۹ء

۳۔

A.G. Noorani, "Kashmir Vortex", *Statesmen*, New Dehli, 8 March 1992. & Pannalal Dhar, *India, her Neighbours and Foreign Policy*, New Dehli, Deep & Deep Publication, 1991, pp. 115-118.

۴۔ *Muslim*, Islamabad, 23 January 1990.

بھارت نے اس موقع پر ایک دستاویز شائع کی کہ پاکستان کی تخریبی سرگرمیاں ۱۹۴۷ء سے جاری ہیں۔ بنگلہ دیش کے قیام کے بعد ملٹری اکیڈمی کاکول میں پاکستانی کیڈٹ روزانہ یہ حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ ایک دن بھارت سے بنگلہ دیش کے قیام کا بدلہ لیں گے۔ البتہ اس منصوبہ میں جوہر و جذبہ جنرل ضیاء الحق نے پیدا کیا۔ اپریل ۱۹۸۸ء میں کور کمانڈرز اور آئی ایس آئی کے اعلیٰ سطح کے افسران کی میٹنگ میں انہوں نے بیان کیا۔ "معزز ساتھیو! اس سے پہلے ہم افغانستان کے اندر خدمت اسلام میں معروف رہے ہیں۔ لہذا میں یہ منصوبہ آپ کے سامنے پیش نہ کرسکا۔ اب ہمارا مقصد وادی کشمیر کو آزاد کرانا ہے۔ ہم اپنے کشمیری مسلمان بھائیوں کو بھارت کے ساتھ مزید رہنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس سے پہلے ہم ملٹری آپشن اختیار کرتے رہے اور ناکام ہوئے۔ لیکن اب ملٹری آپشن صرف آخری لمحات میں ضروری ہوا تو اختیار کریں گے۔ کشمیر میں منصوبے کو انہوں نے (OPERATION TOPAC) کا نام دیا جس کے ذریعے مقبوضہ کشمیر کی حکومت کے خلاف بغاوت، بھارت کے خلاف نفرت پیدا کی جائے گی۔ سیاچن اور کارگل پر فوجی دباؤ بڑھا کر بھارتی فوج کو وادی سے باہر مصروف رکھا جائے گا۔ سری نگر اور دیگر جگہوں کے اہم مقامات پر حملے کرا کے انہیں تباہ کردیا جائے گا۔ اور تیسرے مرحلے میں کشمیر کو آزاد کرایا جائے گا اور اس مرحلہ کی تیاری میں پاکستان کے اندر سب سے بڑی فوجی مشقیں بھی شامل ہیں، دیکھیے:

Appendix 23 "Terrorism of Subversion in Jammu and Kashmir state of India by Pakistani trained Militants" in Mulk Raj Anand, V.K. Krishna Menon's *Marathon Speech on Kashmir* at the Security Council Allahabad, Wheeler Publishing, 1992, : 225-227.

۵۔

See Policy statement of Foreign Minister Sahabzada Yaqoob Khan, on the uprising in occupied Jammu and Kashmir, 30 January 1990 in *Pakistan Horizon*, vol. 43, No. 2, April 1990, pp. 152-155

Pakistan Horizon, vol. 43, No. 2, 1990, p. 186. ۶۔

Pakistan Times, 24 September 1992. ۷۔

۸۔

Maleeha Lodhi, "Who Gains from the Indo-Pak talks", *Jang*, Karachi, 28 December 1990.

Ibid., *The External Dimension*, Lahore, Jang Publishers, 1994, pp. 157-159. ۹۔

Pakistan Times, 16 March 1993. ۱۰۔

۱۱۔ کشمیریوں پر بھارتی مظالم کی تفصیلات کیلئے دیکھیں

"The Brutal Face of Hindu Fascim", *Pakistan Times*, 19 Dec. 1993.

"Massive Human Rights Abuses in India", *Muslim*, 6 August 1993.

روزنامہ جنگ، لاہور ۴ فروری ۱۹۹۴ء اور

Violations of Human Rights in Indian occupied Kashmir Reports by Indian Human Rights Organizations, Rawalpindi, Kashmir Press International. n.d.

Keesings Record of the World Events, October 1993, p. 39686 ۱۲۔

۱۳۔ میجر محمد سعید ٹوانہ، "یہ سوپور ہے"، روزنامہ پاکستان، ۴ تا ۸ فروری ۱۹۹۴ء اور نوائے وقت، جمعہ میگزین، ۷ جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۱۵۔

Pakistan Horizon, vol. 46, No. 3-4, 1993, pp. 7-8. ۔۱۴

Friday Times, Lahore, 17-23 March 1994, p.3.

Farzana Shakoor, "Pakistan India Relations after the End of the cold War", *Pakistan Horizon*, vol. v, No. 4, 1992, pp. 47-52. ۔۱۵

کرنل غلام سرور، "کشمیر کی تحریک آزادی اور پاکستان کا کردار"، روزنامہ پاکستان، ۸ مارچ ۱۹۹۴ء۔ ہمایوں اختر خان، "مقبوضہ کشمیر آزادی کا وقت قریب آرہا ہے"، جنگ، ۵ فروری ۱۹۹۴ء۔

۱۶۔ کلیم اختر "مسئلہ کشمیر چند حقائق ۔ چند واقعات"، روزنامہ مشرق ۱۷ فروری ۱۹۹۴ء۔

۱۷۔ روس کشمیر کے مسئلہ پر اب بھارتی موقف کی حمایت کا اس لیے قابل نہیں کیونکہ آج روس پر امریکہ کا اثر و رسوخ بہت زیادہ ہے۔ نیز سوویت یونین کے بکھر جانے کے بعد وسطی ایشیا کی مسلمان ریاستیں آزاد ہو چکی ہیں۔ بھارت نے کشمیر کی آزادی کے متعلق روس کو جن خطرات سے آگاہ کیا تھا اب وہ خطرات ہی نہیں رہے۔ دیکھئیے، ہفت روزہ چٹان، لاہور ۹ فروری ۱۹۹۴ء، ص ۲۵، ۲۶۔ روزنامہ نوائے وقت، جمعہ میگزین، ۱۱ فروری ۱۹۹۴ء، ص ۹ اور

Hameedullah Abid, "Kashmir on the American Agenda", *Nation*, 18 Dec. 1993.

Maleeha Lodhi, "Responding to the Changing World", *News*, 18 March 1994. ۔۱۸

"Chavan's outbrust against Clinton's Kashmir remarks", *Dawn*, 4 March 1994.

"Linkage between Kashmir and Nuclear Issue", editorial of the *Frontier Post*, 27 March 1994.

افتخار بھٹہ، "مسئلہ کشمیر اور نیو ورلڈ آرڈر کی ترجیحات"، روزنامہ پاکستان، ۱۲ فروری ۱۹۹۴ء۔

۱۹۔ کلیم اختر، "کیا امریکہ مسئلہ کشمیر پر خاموش ہو گیا ہے"، مشرق، ۵ مئی ۱۹۹۴ء، اور

Mir Abdul Aziz, "Statusquo in Kashmir : An Unfortunate and Ill-timed Suggestion", *Frontier Post*, 9 May 1994.

Herald, Karachi, January 1994, p. 113. ۔۲۰

جس دستاویز پر مہاراجہ کے دستخطوں کا دعویٰ کیا جاتا ہے اس کے بارے میں تازہ ترین تحقیق یہ ہے کہ وہ موجود ہی نہیں ۔ جس دستاویز کو وثیقہ الحاق کہا جاتا ہے وہ محض ایک پروفارما ہے اور آج تک کسی بین الاقوامی فورم پر اصل دستخط شدہ وثیقہ پیش نہیں کیا گیا ۔ تفصیل کیلئے ممتاز سیاسی مورخ الائیسٹر لیم کی کتب ملاحظہ کریں ۔

Alastair Lamb, *op. cit.*

Ibid., *Birth of a Tregedy : Kashmir 1947.*

ان کتب سے بھارت کی جعل سازی عیاں ہوتی ہے کہ اس نے الحاق کشمیر کی جھوٹی دستاویز تیار کی ۔ بھارت کا یہ پروپیگنڈا ہے کہ ان کتب کی اشاعت پر تمام سرمایہ پاکستان کی آئی ایس آئی نے فراہم کیا ۔

۲۱- See the joint statement in *Keesing Record of World Events*, January 1994, p. 39819

۲۲۔ روزنامہ مشرق ، ۵ جنوری ۱۹۹۴ء

روزنامہ پاکستان ، ۶ جنوری ۱۹۹۴ء

ہفت روزہ تکبیر' ۸ تا ۱۳ جنوری ۱۹۹۴ء ، ص ۱۶

ہفت روزہ زندگی ، ۱۴ جنوری ۱۹۹۴ء ، ص ۱۴

۲۳. *Keesing Record of the World Events*, January 1994, p. 39819.

۲۴- *Dawn*, Karachi, 28 January 1994.

۲۵۔ روزنامہ جنگ ، لاہور ۲۶ جنوری ۱۹۹۴ء

۲۶۔ روزنامہ پاکستان' ۲۷ جنوری ۱۹۹۴ء ، روزنامہ جنگ' ۲۷ جنوری ۱۹۹۴ء

If India could support military the struggle of Bangladesh for self-determination what wrong is there with Pakistan in its support of the cause of the people of the valley. See Pannalal Dhar, *India, her Neighbours and Foreign Policy*, New Delhi : Deep & Deep Publication, 1991, p. 115.

۲۷۔ اہل پاکستان تہذیب و شائستگی اور احترام آدمیت کو اپنے کلچر کی اساس مانتے ہیں ، بھارت کا کلچر سفاکی ، ظلم و تعدی ، آدم بیزاری اور مردم آزاری سے مرتب ہوا ہے ۔ اور کشمیر کے آئینہ میں اسکے اس کلچر کا عکس نمایاں ہوا ہے ۔ بھارتی حکمرانوں کو خواتین کے بارے میں گفتگو کرنے کی بھی تمیز نہیں ۔ پاکستانی حکمرانوں نے صبر و تحمل کا

مظاہرہ کیا اور نہ وہ کہہ سکتے تھے کہ اندرا گاندھی نے اپنے لڑکے سنجے کے مرنے کے بعد اسکی بیوہ یعنی اپنی بہو کو بے سرو سامانی کی حالت میں گھر سے نکال باہر کیا تھا۔

۲۸۔ روزنامہ جنگ ۱۰فروری ۱۹۹۴ء اور روزنامہ پاکستان (اداریہ)، ۱۲فروری ۱۹۹۴ء

۲۹۔ روزنامہ خبریں (اداریہ)، ۱۴فروری ۱۹۹۴ء۔

۳۰۔ روزنامہ مشرق (اداریہ)، ۱۶فروری ۱۹۹۴ء

۳۱۔ "انسانی ضمیر سے بے نظیر بھٹو کی فریاد"، روزنامہ مشرق ۴فروری ۱۹۹۴ء

مسئلہ کشمیر... "وزیراعظم کی مؤثر جدوجہد"، جنگ، ۳فروری ۱۹۹۴ء

۳۲۔ پاکستان نے قرارداد میں بھارت کا ذکر نہیں کیا دفتر خارجہ کے ترجمان نے اسکی یوں وضاحت کی کہ پاکستان بھارت کا ذکر کرنا نہیں چاہتا اس لیے کہ وہ کشمیر میں بھارت کی حیثیت تسلیم نہیں کرتا۔ لہذا قرارداد کے مسودہ میں بھارت کا حوالہ نہیں دیا گیا۔

۳۳۔ روزنامہ خبریں، ۲۰فروری ۱۹۹۴ء

۳۴۔ "Hawks and Doves Vs Right and wrong", Editorial of *Friday Times*, Lahore, 17-23 March 1994

Nasim Zehra, *"Indian Strategy at Geneva,"* Nation, 4 March 1994.

اقبال اخوند، "مسئلہ کشمیر اور جنیوا کانفرنس"، مشرق ۶ مئی ۱۹۹۴ء

ارشاد احمد حقانی، "صرف دفتر خارجہ پر ذمہ داری ڈالنا درست نہیں"، جنگ ۱۳مارچ ۱۹۹۴ء

۳۵۔ "Adjustment at Geneva", *Frontier Post*, 9 March 1994.

"پاکستان کی سفارتی جیت"، مشرق، ۱۱مارچ ۱۹۹۴ء

"قرارداد واپس لینے کے محرکات"، پاکستان، ۱۲مارچ ۱۹۹۴ء

"قرارداد مؤخر کرنے کا فیصلہ"، جنگ، ۱۱مارچ ۱۹۹۴ء

نوائے وقت ۱۲مارچ ۱۹۹۴ء۔

۳۶۔ *Nation*, 12 March 1994.

۳۷۔ "جنیوا میں کون جیتا کون ہارا"، انڈیا ٹوڈے کی رپورٹ، بحوالہ ہفت روزہ زندگی، ۱۵اپریل ۱۹۹۴ء، ص ۲۹

۳۸۔ Praful Bidvai, "Costly victory at Geneva", *Tribune* Chandigarh, quoted in *Friday Times*, 31 March - 6 April 1994.

روزنامہ جنگ، ۱۴ مارچ ۱۹۹۴ء

۳۹۔ بھارت حریت پسندوں کو اسرائیل کی فوج اور اسکی جاسوس تنظیم موساد کے ذریعے کچلنے کی کوشش کر رہا ہے اسرائیلی کمانڈرز بھارتی دستوں کو تربیت اور اسلحہ دے رہے ہیں۔ اسرائیل اور بھارت کا ہدف اپنے اپنے علاقوں میں مسلمان آبادیاں ہیں تاکہ انہیں اپنے وطن میں اجنبی بنادیا جائے۔ جموں و کشمیر میں مسلم اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے مشورے اسرائیل نے دیے ہیں۔ بھارت کشمیری مسلمانوں سے وہی سلوک کر رہا ہے جو سلوک اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں سے کیا۔ دیکھیے ہفت روزہ تکبیر، ۱۶ دسمبر ۱۹۹۳ء، ص ۱۴ اور

Dawn, Karachi, 25 March 1994.

۴۰۔ Rashid Ahmad Khan, "Geneva and After", *Nation*, 13 April 1994.

۴۱۔ Nasim Zehra, "Internationalizing Kashmir after Geneva", *Nation*, 31 March 1994.

Dawn, 15 April 1994

روزنامہ جنگ، ۷ اپریل ۱۹۹۴ء

۴۲۔ روزنامہ جنگ (اداریہ)، ۱۷ اپریل ۱۹۹۴ء

۴۳۔ روزنامہ نوائے وقت، ۲۲ اپریل ۱۹۹۴ء

۴۴۔ روزنامہ جنگ (اداریہ)، ۲۰ اپریل ۱۹۹۴ء

سہ ماہی مجلہ

فکرونظر

فکرونظر ادارہ تحقیقات اسلامی کا اُردو مجلّہ ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کو مستقل تحقیقی تصانیف پیش کرنے کے علاوہ گذشتہ تیس برس سے اپنے عربی، انگریزی اور اردو مجلّات کے ذریعے اسلامی علوم، تہذیب، ثقافت اور زبان و ادب سے متعلق گرانقدر علمی مضامین کی اشاعت کا شرف بھی حاصل ہے۔ مجلّہ "فکرونظر" کے خصوصی شمارے اپنے اپنے موضوعات پر مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں سیرت نمبر، یوم تاسیس نمبر، نفاذ شریعت نمبر، حج نمبر، سید صباح الدین عبدالرحمٰن نمبر خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

بدل اشتراک

قیمت فی شمارہ: ۱۰ روپے
سالانہ چندہ: ۳۵ روپے

ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵
اسلام آباد ۴۴۰۰۰
پاکستان